بانی: حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ
قدس اللّٰہُ سِرّہُ السّعید مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

مدیرِ اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابع

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر: محمد عباس شاد

- درسِ قرآن
- درسِ حدیث
- خطبات وبیانات
- نصیحت آموز حکایات
- اخلاقیات
- بچوں اور خواتین کا کالم
- رفتار کار
- دینی مسائل

اداریہ
ملکی جماعتوں کا جائزہ

آئین، جمہوریت اور پارلیمنٹ کے ''محافظ''

حج کی ضرورت واہمیت

احکام ومسائل قربانی

اکتوبر 2014ء / ذی الحج 1435ھ – جلد نمبر 6، شمارہ نمبر 10 – قیمت فی شمارہ: مبلغ 20 روپے – سالانہ ممبر شپ: مبلغ 200 روپے – تین سالہ ممبر شپ: مبلغ 500 روپے

ارشادِ گرامی حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ

مسند نشینِ ثانی
خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

فرمایا: ''سہارن پور میں جو ایک چھوٹا سا شہر ہے، ایک دفعہ فساد ہوا۔ مسلمانوں نے ایک لمبا بانس لیا، اس پر ایک اور بانس باندھا۔ چکی کے بھاری پتھر میں پھنسا کر اسے ایک ٹھیلے پر رکھ کر اس کا محرم کے موقع پر علم بنایا اور لے کر چلے۔ پولیس اور حکام ہمراہ تھے۔ آخر ایک ایسے راستے پر ہو لیے، جو تنگ تھا اور جس کے راستے میں پیپل پڑتا تھا۔ وہاں جا کر علم اَٹک گیا تو مسلمان کہنے لگے کہ ہمارا علم نہ تو جھکتا ہے اور نہ واپس جاتا ہے۔ یہ تو یہاں سے ہی گزرے گا۔ اس پر حکام نے پہلے تو روکا، پھر ڈھیلے پڑ گئے۔ اگر فساد روکنا ہوتا تو کچھ مشکل نہ تھا، مگر موقع دیا کہ پیپل کی ٹہنیاں کاٹی جائیں۔

ہندو بگڑے کہ ہمارے مقدس پیپل دیوتا کو کاٹا جا رہا ہے اور اِردگرد کے مکانوں سے اینٹیں پتھر برسانے شروع کر دیے۔ پولیس تو کھسک گئی اور خوب فساد ہوا۔ دو گھنٹے تک مسلمانوں نے اپنی حکومت قائم کر لی۔ مارا تو کم، لیکن مٹھائیاں اور ایسا ہی سامان جو ملا، دکانوں مکانوں سے لوٹ لیا۔ جب یہ (سب کچھ) ہو لیا تو اب پولیس آئی اور جو راستہ چلتا ملا، گرفتار کر لیا۔ دو سال تک مقدمات اور تحقیقات چلتی رہی اور ایک کوتوال جو مسلمان تھے، انھوں نے مسلمانوں پر شفقت فرمائی، جو مسلمانوں کو اطلاع کر دی کہ تیسرے دن ہم تمام شہر کی تلاشی شروع کریں گے۔ مال ملا تو جرم ثابت ہوگا۔ چناں چہ اب لوٹا ہوا مال اگلنا شروع ہوا۔ رات برات بازار میں مال اسباب پھینکا جاتا تھا۔ کنوؤں میں ڈالا جاتا تھا اور ایک کسی نے تو یہ کیا کہ اسبابِ مسروقہ گدھے پر لاد کر ہانک دیا۔ پولیس والوں نے گدھا پکڑا، کوتوالی پہنچا دیا۔ اور مزاحاً کہا: لو صاحب! مجرم بمع مالِ مسروقہ حاضر ہے۔''

(مجلس 2/ذی الحجہ 1365ھ/ 28/اکتوبر 1946ء، بروز سوموار۔ رائپور) (ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص:88-187۔ طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جا سکتا ہے۔

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ)
رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

کراچی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، A.16 موریہ خان سوسائٹی، عقب سٹار گیٹ نزد ائیر پورٹ، شاہراہِ فیصل، کراچی
0092-021-34600000 , 021-34600001

راولپنڈی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، N.A-7، سیو یتھ روڈ سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی
0092-51-4581357-58

ملتان کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر 2، خان کالونی چونگی نمبر 7، ایل ایم کیو روڈ، ملتان
0092-61-6212021

سکھر کیمپس
فلیٹ نمبر 111 ,1st فلور، رائل اپارٹمنٹ ریس کورس روڈ، سکھر
0092-71-5615185

درسِ قرآن

تشریح: حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

حج؛ بین الاقوامی عبادت اور مساوات کا نمونہ

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ (96:3)

(سب سے پہلا خدا کا گھر (کعبہ) جو لوگوں کے لیے وضع کیا گیا، وہ مکہ میں ہے۔)

مساوات اور ایک رُخی کو برنگِ عبادات عملی صورت دینے کے لیے حق تعالیٰ نے حج کی عبادت مقرر فرمائی تا کہ اس قبلے پر مشرق و مغرب کی قومیں یکساں انداز سے جمع ہوں اور ان میں سے اونچ نیچ کے جراثیم ختم ہوں، بلکہ اس مساویانہ اجتماع سے پیدا شدہ عملی مساوات کے نمونے کو سامنے رکھ کر اپنی پوری زندگی اسی مساوات اور باہمی برابری کے ساتھ گزار دیں۔ اس بنا پر شریعتِ اسلامی نے اس قبلے کو اوّل تو سارے انسانوں کا قبلہ قرار دیا۔ چناں چہ آثار و روایاتِ حدیث سے ثابت ہے کہ کوئی نبی دنیا میں ایسے نہیں گزرے کہ انھوں نے اس قبلے کا طواف نہ کیا ہو۔ اور ظاہر ہے کہ جب سارے حضرات انبیا علیہم السلام اس بیتِ خداوندی کی عظمت اور اس سے عشق و محبت کرتے آئے ہیں اور اسے اپنا قبلہ تسلیم کر چکے ہیں تو قدرتی طور پر ان کے ماننے والی قوموں کا قبلہ بھی یہی بیت اللہ ثابت ہوتا ہے۔

پھر قرآن نے بھی یہی بتلایا کہ: قبلہ کی وضع (بنیاد) دنیا کے سارے انسانوں کے لیے ہوئی ہے۔ ارشادِ باری ہے کہ: ''سب سے پہلا خدا کا گھر (کعبہ معظم) جو لوگوں کے لیے وضع کیا گیا، وہ مکہ میں ہے۔'' آیتِ کریمہ میں اوّل تو ''وُّضِعَ لِلنَّاسِ'' کا لفظ لایا گیا، یعنی سارے انسانوں کے لیے۔ وُضع لِلعرب یا لِلعجم نہیں فرمایا گیا۔ جس سے عرب اور بقیہ ساری اقوام کا قبلہ یہی بیتِ کریم ثابت ہوا۔ پھر اسے ہدایت اور رہنما بتلانے کے لیے ''لِّلْعٰلَمِيْنَ'' کا لفظ استعمال فرمایا کہ: وہ جہانوں اور عالموں کے لیے ہدایت ہے۔ جس سے اس قبلے کا تمام جہانوں کے لیے عالمی ہدایت کا قبلہ ہونا ثابت ہوا۔ جس کے معنی اس کے سوا دوسرے نہیں کہ اطراف و اکنافِ عالم سے تمام اصنافِ بشر اور تمام قومیں اس عالمی رہنمائی کے تحت حج کرنے کے لیے اسی کی طرف بڑھیں اور اپنی اجتماعیتِ کبریٰ یا عالمی اجتماعیت کا ثبوت دیں۔

حج ایک بین الاقوامی عبادت، بین الاقوامی مساوات، بین الاقوامی اخوت اور بین الاقوامی تعاون کا ایک بے مثال اور عظیم المرتبت نمونہ ہے، جس میں مرکز بھی ایک، محبت بھی ایک اور سب کی انسانیت بھی ایک ہو کر سامنے آتی ہے اور اونچ نیچ، چھوت چھات، نفرت و حقارتِ باہمی کا بیج تک مارا جاتا ہے۔ پس جو قومیں آج مساوات اور بھائی چارگی کی لفظی رٹ لگا رہی ہیں، وہ قرآن حکیم کے دیے ہوئے اس نمونۂ مساوات کو سامنے رکھ کر عبرت پکڑیں، ورنہ وہ بھائی چارے کے نمائشی دعوے زبان پر نہ لائیں۔ وہ صرف مساوات، اخوت اور بھائی چارے کے الفاظ رٹے ہوئے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ حج جیسے بین الاقوامی اور اجتماعی رنگ کی عبادت ہے، ویسے ہی عالمی اخوت و مساوات اور عالمی امدادِ باہمی کا سرچشمہ بھی ہے۔

درسِ حدیث

تشریح: حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

فلسفۂ عیدِ قربان

قال أصحاب رسول اللّٰه: ما هٰذا الأضاحي؟ قال: "سُنّة ابيكم ابراهيم عليه السلام." قالوا: فما لنا فيه يا رسول اللّٰه؟ قال: "بكلّ شعرة حسنة." قالوا: فالصّوف يا رسول اللّٰه؟ قال: "بكلّ شعرة من الصوف حسنة." (مشكوٰة المصابيح. كتاب الصلوٰة. باب في الأضحية.)

(صحابہ کرام نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ: یہ قربانی کیا ہے؟ فرمایا: ''یہ تمھارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔'' صحابہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمیں اس میں کیا ملے گا؟ فرمایا: ''جانور کے ہر بال کے عوض ایک نیکی۔'' سوال کیا گیا: اگر اُون ہو؟ فرمایا: اگر اُون ہو تو اُون کے ہر بال کے عوض بھی نیکی ملے گی۔'')

قربانی کا حکم‘ حکمت سے خالی نہیں۔ یہ علاحدہ بات ہے کہ بعض لوگ اُس کی حکمت کو سمجھے بغیر قربانی کیے جاتے ہیں۔ ہمیں اس حکمِ الٰہی کو بجالاتے ہوئے اس کی حکمت کو بھی پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ جیسا کہ حکم الٰہی ہے: ''اللہ تعالیٰ کے ہاں قربانیوں کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے۔ اس کے ہاں (اس) تقویٰ کی قدر و قیمت ہے (جو قربانی کرنے والے کے دل میں حاصل ہوتا ہے۔)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قصرِ شریعت کی تعمیر ابراہیمی بنیادوں پر کرنے کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ اس لیے آپؐ نے بھی اپنی اُمت کو رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر قربانی کی یاد تازہ کرنے کا حکم دیا۔ تا کہ اُمتِ محمدیہؐ کے ہر فرد سے ابراہیمی عمل کی خوشبو آئے اور ہر کلمہ گو کا نورِ ایمان‘ نورِ ابراہیمی سے مشابہ ہو جائے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ قربانی کرتے وقت ابراہیمی جذبات کو اپنے دلوں میں تازہ رکھیں اور ہر سال شمعِ رضائے الٰہی پر پروانہ وار قربان ہونے کے لیے دل و جان اور ظاہر و باطن سے تیار رہیں۔ اگر ابراہیمی جذبات پر ایسے سرفروش فدایانِ اسلام کی ایک جماعت تیار ہو جائے، وہ جس میدان میں بھی قدم رکھے گی، اللہ کے فضل سے فتح یاب ہوگی۔

ابراہیمی قربانی سے مندرجہ ذیل نتائج ہمارے سامنے آتے ہیں: (1) جب حصولِ رضائے الٰہی کے لیے بیٹا ذبح کرنے کو تیار ہو گئے تو اپنی جان قربان کرنے میں انھیں بطریقِ اولیٰ کوئی دریغ نہ تھا۔ (2) جب جان اور اولاد قربان کرنے کے لیے تیار تھے تو مال قربان کر کے خدا تعالیٰ کو راضی کرنے میں انھیں کیا عذر ہوگا۔ (3) جب ان کے ہاں جان‘ اولاد اور مال رضائے الٰہی کے مقابلے میں کوئی چیز نہ تھا تو وہاں حُبِّ وطن‘ محبت الٰہی کا کب مقابلہ کر سکتی ہے۔ (4) جب اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں جان اولاد کی پرواہ نہیں کرتے تو اعزّہ و اقربا کے تعلقات انھیں دروازۂ الٰہی سے کب ہٹا سکتے ہیں۔ (5) حُبِّ جان، اولاد اور اعزّہ و اقربا اس رضائے الٰہی پر ان کے قربان ہو چکے ہیں تو حب بقیہ احبابِ دنیا انھیں کب یادِ الٰہی سے غافل کر سکتی ہے۔ (6) جب رضائے الٰہی انھیں جان اور مال سے زیادہ عزیز ہے تو کوئی تجارت و زراعت یا صنعت و حرفت ان کا دل کب لبھا سکتی ہے۔

www.rahimia.org

اداریہ

ملکی جماعتوں کا جائزہ

کسی بھی ملک کے قومی وجود میں موجود جماعتوں کی بہت اہمیت ہوتی ہے۔ ملک اور معاشرے کی اجتماعی ترقی اور تنزلی قومی سطح کی جماعتوں کے ہی مرہونِ منت ہوتی ہے۔ دنیا کے بیش تر ملکوں میں آزادی کے بعد اُن قومی پارٹیوں کو حکومت کرنے کا موقع ملا، جنھوں نے آزادی کی جنگ لڑ کر ملک کو آزاد کرایا تھا۔ انھیں آزادی کی قدر و قیمت اور عوامی مفاد کا پاس ہوتا ہے، لیکن بدقسمتی سے ہمارے ملک میں ایسی جماعتوں کو اقتدار ملا، جو قومی تحریکِ آزادی کے مخالف دھڑے کی قوتیں تھیں۔ اور انھوں نے یہاں ہمیشہ قومی مفادات کے برخلاف سامراج کی آلہ کاری کا کردار ادا کیا تھا۔ اُن میں تین قسم کی جماعتیں ہیں؛ سیاسی جماعتیں، مذہبی جماعتیں، اصلاحی جماعتیں۔ اور اب ایک چوتھی قسم کی جماعتیں بھی سامنے لائی گئی ہیں، جو ''انقلاب'' اور ''نئے پاکستان'' کے نعروں سے سیاسی، مذہبی اور اصلاحی جماعتوں کے خلاف بڑھتے ہوئے شعوری ذہن کو مصروف (engage) کرنے کا ایک نیا حربہ ہے۔ ان قسموں میں پہلی قسم، یعنی سیاسی جماعتیں ہمارے زیرِ بحث ہیں۔

سیاسی جماعتوں کی قیادت جن طبقوں کے ہاتھ میں ہے، ان میں سے ایک طبقہ جاگیرداروں کا ہے اور اس کی جڑیں یہاں انگریز کے قائم کیے ہوئے فیوڈل اِزم میں ہیں۔ دوسرا طبقہ سرمایہ داروں اور صنعت کاروں کا ہے۔ ان کا پس منظر بھی عہدِ غلامی کے سامراج کے منظورِ نظر اور انعام یافتہ خاندانوں کا ہے۔ آج بھی سیاسی لیڈرشپ میں موجود نسل برٹش آرمی کے ریٹائرڈ اہل کاروں یا انگریزوں کے حمایت یافتہ نوابوں کی اولاد ہے۔ آلہ کار سیاست اس طبقے کو ورثے میں ملی ہے۔ یہ جماعتیں آج بھی سامراج کی آلہ کاری اور وفاداری کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لیے بے چین رہتی ہیں۔ اور مفادات کی دوڑ میں ایک دوسرے کے ساتھ ہر طرح کی بے اصولی کو روا رکھتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے عہد کی سیاست کسی اصول کی پابند نہیں رہی۔ بے اصولی اور موقع پرستی اس کی بنیادی شناخت ہے۔ یہ جماعتیں اجتماعی اداروں، وسائل اور اختیارات کو خاندان، ذاتی کاروبار اور اپنی نسلوں کو بااختیار بنانے کے لیے بے دریغ استعمال کرتی ہیں۔ ہمارے ملک کی ساری سیاسی جماعتیں ملک میں جاری نظامِ ظلم کی ہی فورسز ہیں، جو اپنی باریوں کے تحت کبھی اقتدار میں اور کبھی اپوزیشن میں ہوتی ہیں۔ اور کبھی کبھی اقتدار کو لاحق خطرے کے پیشِ نظر پارلیمنٹ میں بظاہر متحد و متفق بھی نظر آتی ہیں۔ کسی بھی قوم کا سیاسی کلچر اس کے اجتماعی شعور سے پروان چڑھتا ہے۔ جتنی گہرائی اور گیرائی کسی قوم کے اجتماعی شعور کو حاصل ہوتی ہے، اتنا ہی اس کا سیاسی کلچر مستحکم، اجتماعی، فلاحی اور عوامی ہوتا ہے۔ ہمارے ملک کی سیاسی جماعتیں ملک، قوم، معاشرے اور سوسائٹی سے متعلق کسی بھی قسم کے اجتماعی شعور سے یکسر خالی اور عاری ہیں۔ ان جماعتوں کا کلچر اجتماعی شعور کے فقدان کے سبب مفاد پرستی، خودغرضی، استحصال، آلہ کاری، علاقائیت، گروہیت اور طبقاتیت کی بنیاد پر تشکیل پذیر ہوا ہے۔ لہٰذا آج ضرورت اس امر کی ہے کہ قوم کے اجتماعی شعور کو بیدار اور صیقل کرنے کی محنت کو دوچند کر دیا جائے۔ مدیر

آئین، جمہوریت اور پارلیمنٹ کے ''محافظ''

محمد عباس شاد

کسی دور میں پارلیمنٹ ہاؤس میں کارروائی دیکھنا ایک مہنگا شوق ہوتا تھا کہ کوئی پارلیمنٹ ہاؤس کے اندر جانے کا پاس بنوائے اور گیلری میں اگلی نشستوں پر جگہ حاصل کرنے کے لیے کسی بااثر شخصیت سے سفارش کروائے۔ اور وہاں ہونے والی تقریروں اور مباحثوں سے لطف اندوز ہو سکے۔ لیکن اب یہ سب کچھ اسلام آباد میں بیٹھے مظاہرین کے دھرنوں کے سبب اپنے اپنے شہروں اور گھروں میں بیٹھے دیکھنا ممکن ہوگیا۔ اور پھر ایسا فل ہاؤس سیشن کہ جس میں اکثر غیر حاضر رہنے والے وزیرِاعظم سمیت چھوٹی بڑی بہت سی گم نام جماعتیں جمہوریت کو بچانے پہنچی ہوئی ہیں، جو 'شاہ سے زیادہ شاہ کے وفاداروں' کا کردار ادا کر رہی ہیں۔ جمہوریت کے افلاطون اور آئین کے سُقراط ایسی ایسی گل افشانیاں فرما رہے ہیں کہ جو کام اُن کی حیثیت واضح کرنے کے لیے اُن کے دشمن نہیں کر سکتے تھے، وہ کام وہ خود بحسن و خوبی سرانجام دے رہے ہیں۔

آئین اور جمہوریت پر بدمزہ لمبی تقریریں آئین اور جمہوریت کی تو کوئی خدمت سرانجام نہیں دے سکیں، البتہ سیاسی اور مذہبی جماعتوں کے لیڈر بے نقاب (expose) ضرور ہوگئے ہیں۔ کیوں کہ یہ لوگ وہاں درپیش صورت حال کا کوئی پُرامن اور پائیدار حل نکالنے اور ملک میں موجود کمر توڑ مہنگائی، اذیت ناک لوڈشیڈنگ اور بے روزگاری جیسے خوف ناک مسائل کو زیرِ بحث لانے کی بجائے اپنے اقتدار کو بچانے اور ملکی سلامتی کے محافظ اداروں کے خلاف زہر اُگلنے میں مصروف ہیں۔ اور اقتدار سے چمٹے رہنے کا ان کا رویہ اُس بچے کا سا ہے، جو سارے کھلونے اپنی جھولی میں سمیٹ کر اُن پر قبضہ کر لیتا ہے اور کسی دوسرے کو اُن کی طرف آتا دیکھ کر اُس پر فوراً جھپٹ پڑتا ہے۔ دراصل نام نہاد الیکشن کے اندھیرے میں پارلیمنٹ تک پہنچنے والے یہ لوگ سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کا ایک مخصوص ٹولہ ہے، جنھوں نے جمہوریت سے جمہور کو نکال کر پورے نظام کو یرغمال بنا رکھا ہے۔ جو عوام دشمن نظام کی بقا اور اپنے گروہی مفادات کے تحفظ کے لیے قانون سازی کرتے اور آئین میں ترمیمات کو روا رکھتے ہیں۔ جس ملک کی پارلیمنٹ میں ایک شخص کو تیسری بار وزیرِاعظم بنانے کے لیے آئین میں ترمیم کی جائے، ایسی پارلیمنٹ میں آئین اور جمہوریت کے تحفظ کی بات کرنا بہت بڑا فریب ہے۔ دنیا بھر میں عوام کو آئین اور جمہوریت تحفظ (protection) فراہم کرتے ہیں، لیکن ہمارے ہاں موروثی جاگیردار اور سرمایہ دار' آئین اور جمہوریت کو عوام سے بچانے کے لیے لٹھ بردار پہرے دار بنے کھڑے ہیں۔

یہ حکومت اپنے نومولود عرصۂ اقتدار کے بعد ہی سے ''سیاسی شہادت'' کی خواہش مند دکھائی دیتی ہے، تاکہ ''مظلوم'' بن کر اپنے کم مدتی اقتدار کے دوران تیز رفتار کرپشن کو چھپا کر دوبارہ اقتدار کے ایوانوں تک راستہ ہموار کر سکے، لیکن اس بار انھیں ''شہید'' کرنے کا جرم کوئی قوت اپنے سر لینے کے لیے تیار نہیں، بلکہ انھیں اپنی کشتی میں ''سوراخ'' کرنے کا پورا پورا موقع فراہم کیا جا رہا ہے۔ تاکہ اس کشتی کو غرقِ آب ہوتے ہوئے عوام خود دیکھ سکیں۔

www.rahimia.org

خطبات و بیانات

افادات: حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ
جانشین حضرت رائے پوری رابعؒ و مسند نشین خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

دین اسلام؛ جامع نظریۂ حیات

حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے 24/دسمبر 2010ء کو ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ کے مین کیمپس لاہور میں نمازِ جمعہ کے شرکا سے خطاب کرتے ہوئے قرآن حکیم کی آیت یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ۝ (20-21:8) کے تناظر میں ارشاد فرمایا:

''معزز دوستو! دین اسلام کی سچی تعلیمات، انسانی فلاح و بہبود کے لیے ہمارے سامنے ایک واضح اور قطعی ضابطہ پیش کرتی ہیں۔ دینی تعلیمات کی بنیاد بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب' انسانی سوسائٹی کی سیاسی، معاشی، عمرانی، فلاح و بہبود پر ہے۔ دین اسلام کی بنیادی تعلیمات کے دو اصول؛ سچی خدا پرستی اور انسان دوستی ہیں۔ پہلا اصول یعنی خدا پرستی، خدا کی محبت، اس کی عظمت، اس کی ہیبت و جلال، اس کے ساتھ چاہت اور عشق کا تعلق پیدا کرنا، دین اسلام کی تعلیمات کا بنیادی نقطہ ہے۔ دوسرا اصول انسان دوستی ہے۔ یعنی اس تعلق کے لازمی نتیجے کے طور پر اس کی مخلوق اور اس کے پورے کنبے کے ساتھ محبت و شفقت رکھنا، ان کے مسائل حل کرنا، ان کی مشکلات کو دور کرنا، یہ دین اسلام کی تعلیمات کا دوسرا بڑا بنیادی تقاضا ہے۔

اسلام جیسا جامع پروگرام دنیا کے کسی اور سسٹم اور نظام میں نہیں ہے۔ باقی جتنے بھی نظام ہائے حیات ہیں، وہ یا تو انسانی زندگی کے کسی ایک پہلو کے مسائل حل کرنے کے دعوے دار ہیں، یا کسی دوسرے جز اور پہلو کو لے کر اس کو ترقی اور کامیابی کی طرف لے جانے کے لیے کوشاں ہیں۔

انسان' روح اور جسم دو چیزوں سے مرکب ہے۔ انسانی روح کو انسانی جسم سے الگ کر کے محض روحانی مسائل حل کرنے کی کوشش کرنا، یہ عملاً ناممکن ہے۔ کم از کم اس دنیا میں اس کرۂ ارض پر رہنے والے انسان کی روح کو اس کے جسم سے علاحدہ نہیں کیا جاسکتا کہ محض روح کے مسائل کو زیر بحث لا کر اس کے لیے کوئی سسٹم یا طریقۂ کار وضع کیا جائے، یہ ناممکن ہے۔ اسی طرح سے دنیا کے کچھ دوسرے نظام ہائے حیات موجود ہیں، جو محض انسان کے جسم کو سامنے رکھ کر اس کی ضروریات اور تقاضوں کی تکمیل کے لیے سسٹم بنانے کی بات کرتے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے کہ انسان کی روحانی ضروریات اور تقاضوں کو نظرانداز کر کے محض اس کی جسمانی ضرورت بھوک پیاس کی بات کی جائے اور روح کی ضروریات کو نظرانداز کر دیا جائے۔

اسلام نے اپنے جامع پروگرام میں بیک وقت دونوں تقاضوں کو پورا کیا ہے۔''

انسانی ترقی کا حقیقی پروگرام

حضرت اقدس آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے خطاب کرتے ہوئے مزید فرمایا:

''انسان محض ایک اُگنے والا جسم یا جانور نہیں ہے۔ یا صرف ایک مادہ نہیں کہ جس کی بنیاد پر روح کے بغیر اس کے مسائل محض مادی تقاضوں کے مطابق حل کیے جائیں۔ اسی طرح انسان محض ایک فرشتہ بھی نہیں کہ جس کو بھوک لگے، نہ پیاس۔ اور نہ اسے کسی قسم کی احتیاج ہو اور نہ ہی اسے کسی سیاسی اور معاشی نظام کی ضرورت ہو۔

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ: جو لوگ انسانوں کو اس دنیا میں محض فرشتہ بننے کی دعوت دیتے ہیں کہ وہ مکمل فرشتے بن جائیں اور اپنی نوع کے جسمانی تقاضوں سے غافل ہو جائیں۔ یہ ایک بہت بڑا فتنہ ہے، جو نوعِ انسانیت کے خلاف سازش ہے۔ اس کے مقابلے پر وہ لوگ ہیں، جو انسان کو محض مادہ، جسم یا حیوانی تقاضوں کے مطابق اس کے مسائل کے حل کرنے کی بات کرتے ہیں، یہ دوسرا فتنہ ہے۔ یہ دوسری بڑی گمراہی ہے، جو انسانیت کے خلاف بغاوت ہے۔

انسان دو چیزوں روح اور جسم کا مرکب ہے اور اس مرکب کے دونوں تقاضے پورے کرنا ضروری ہے۔ انسان بذاتِ خود ایک وجود اور اکائی ہے۔ اس اکائی میں سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخن تک روح کی طاقت اور قوت دوڑ رہی ہے۔ اور اسی روح کے ساتھ ساتھ اس کے جسم کے تقاضے بھی اس کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ اس دنیا میں رہتے ہوئے اس کے اندر کسی قسم کی کوئی تفریق پیدا نہیں کی جاسکتی۔ موت کے بعد کا معاملہ الگ ہے۔ لیکن اس کرۂ ارض پر اس انسان کے بسنے کے لیے جسم اور روح پر مشتمل دو لازمی دنیاوی وجود ہیں۔ دونوں کے لیے ایک مکمل سسٹم ہونا ضروری ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا سسٹم وجود میں آنا چاہیے کہ جس پر عمل کرنے کی صورت میں بیک وقت انسان کی روح بھی صحت یاب ہو اور اس کے جسم کی بھی تکمیل ہو۔

دین اسلام وہ واحد دین ہے، جو اس کا مکمل نظام پیش کرتا ہے۔ اسی لیے دین اسلام میں اس بات کی کوئی تقسیم نہیں کہ یہ عمل اس کی روح کے لیے اور یہ عمل اس کے جسم کی تکمیل کے لیے ہے۔ نہیں! دین اسلام کی تعلیمات میں جیسے نماز، عبادت' روح کی تکمیل کے لیے ہے، روح کی غذا فراہم کرتی ہے، ایسے ہی نماز کی یہ عبادت اس کے جسم کے مسائل کو حل کرتے ہوئے اس میں ڈسپلن پیدا کرتی ہے۔ اس میں کوئی تقسیم نہیں۔ جو لوگ تلاوتِ قرآن حکیم، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کرنے کو محض انسانی کی روح کی تکمیل کی بنیاد بناتے ہیں، غلط ہے۔ یہ تمام عبادات بیک وقت انسان کے جسم کی تکمیل بھی کرتی ہیں اور اس میں نظم و ضبط، ڈسپلن، اعلیٰ اخلاق پیدا کرنے اور اس کی جسمانی پاکیزگی کے لیے بھی کردار ادا کرتی ہیں۔ اور اس کی روح کی تکمیل کے لیے اور ترقی کے لیے بھی طریقۂ کار وضع کرتی ہیں۔ اسی طرح دین اسلام سیاست، معیشت، عمرانیاتی نقطہ نظر سے انسانوں کے مسائل کے حل کرنے کا سسٹم بھی ہے۔ یہ دنیاداری نہیں ہے۔ اسلام کی کسی تعلیم میں دین اور دنیا یا روح اور جسم کی کوئی تقسیم نہیں ہے۔''

www.rahimia.org

حج؛ یومِ احتساب

حضرت رائے پوری مدظلہٗ نے خطاب کرتے ہوئے مزید فرمایا:

''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آدمی، جو دور دراز سے سفر کر کے حرم مکۃ المکرّمہ پہنچا۔ بال بکھرے ہوئے ہیں، مشقتیں اٹھائی ہیں۔ غلافِ کعبہ پکڑے ہوئے گڑگڑا کر دعائیں مانگ رہا ہے، لیکن ''طعامۂ حرام، مشربۂ حرام، ملبسۂ حرام'' اس کا کھانا حرام کا، اس کا پینا حرام کا، اس کا پہننا حرام کا ہے۔ وہ کسی مزدور کا خون چوس کر آیا ہے، وہ کسی سرمایہ داری نظام کا آلہ کار بن کر اور لوٹ کھسوٹ کے ذریعے سے یہاں پہنچا ہے۔ اس کی دعا کیسے قبول ہوگی؟!

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ حج فرما رہے تھے۔ جب صفا کے پہاڑ پر چڑھے تو آپؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ بھی ساتھ تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ ہزاروں کا مجمع خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہے۔ اور بڑے خوش ہو کر حضرت عمرؓ سے کہا کہ: ابا جان! دیکھو! ہزاروں کا مجمع اللہ کے نام پر جمع ہے۔ لبّیک اللّٰھم لبّیک کہہ رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: بیٹا جان! حاجی ان میں سے تھوڑے ہیں، باقی سارے راکب (سوار) ہیں۔ حاجی اور راکب دونوں میں فرق ہے۔

حج نظم و ضبط، ڈسپلن، انسانی مسائل کے حل کرنے کا عزم ہے۔ اس لیے حضرت عمر فاروقؓ حج کے موقع پر تمام صوبوں کے گورنروں کو حکم دیا کرتے کہ وہ حج میں حاضر ہوں۔ بہت بڑا اسٹیج بنا کر دونوں طرف گورنروں کو بٹھا لیتے اور عوام میں اعلان کراتے کہ کسی کو بھی اپنے علاقے کے گورنر سے کوئی شکایت ہے تو یہاں اجتماع عام میں پیش کرے۔ اس موقع پر عمر فاروقؓ نے لوگوں سے پوچھا کہ کوئی شکایت؟ ایک آدمی کھڑا ہوا۔ اس نے کہا کہ: یہ آپ کے پاس جو گورنر حضرت عمرو ابن عاصؓ بیٹھے ہوئے ہیں، ان کے بیٹے نے میری پٹائی کی اور ظلم کیا۔ حال آں کہ میں نے کوئی قصور نہیں کیا۔ مجھے انصاف دلایا جائے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ سے فرمایا: اٹھو اور چلو، سوال کرنے والے کے ساتھ برابر کھڑے ہو جاؤ اور اس کے سوال کا جواب دو۔ حضرت عمرو ابن عاصؓ نے کہا: اے امیر المؤمنین! اس سے ذرا پوچھیں کہ اس پر اگر ظلم ہوا تو اس نے میرے سامنے شکایت کیوں نہیں کی؟ اگر اس نے شکایت کی اور میں نے اس کی شکایت کا ازالہ نہ کیا ہو تو میں مجرم اور سزا کے لائق ہوں۔ حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا تو اس نے اقرار کیا کہ: یہ واقعہ گورنر صاحب کے حج پر روانہ ہونے کے بعد پیش آیا۔ اس لیے مجھے شکایت کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ اب گورنر صاحب کی تو بچت ہوگئی اور ان کے بیٹے کو بلا لیا گیا، جس نے یہ ظلم کیا تھا۔ اس سے پوچھا گیا کہ اس نے اس شخص کی پٹائی کیوں کی؟ اس نے اس کی وضاحت پیش کی، لیکن عدالتی نقطہ نظر سے وہ وضاحت درست نہیں تھی۔ تو اجتماع عام میں حضرت عمرؓ نے اس مظلوم شخص سے کہا کہ: لو چھڑی، جیسے اور جس درجے میں اس نے تمھاری پٹائی کی، تم اس کی پٹائی کرو۔

یہ حج کا فیصلہ ہے۔ حج کے نظام کے اثرات ہیں۔ آج حج کو محض ''دینی'' بنا لیا جائے اور دنیا کے سیاسی، معاشی اور عدالتی نظام سے اس کو کاٹ دیا جائے، یہ نبی اکرمؐ اور صحابہؓ کی سیرت کے منافی ہے۔ ان کے نظام کی تو بنیادی اساس ہی یہ ہے کہ ہر عبادت اور ہر عمل؛ انسانی مسائل کے حل کرنے اور اللہ سے تعلق قائم کرنے کی بنیاد ہے۔''

حج کی ضرورت و اہمیت

تحریر: مولانا محمد طاسین رحمۃ اللہ علیہ

اس میں شک نہیں کہ حج ارکانِ اسلام میں سے ایک اہم رُکن ہے۔ اور اُن پانچ ستونوں میں سے ایک ستون ہے، جن پر دین اسلام کی پوری عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ حج اُن اسلامی عبادات میں سے ایک خاص عبادت ہے، جن پر افراد کی روحانی و اَخلاقی اصلاح و درستگی اور معاشرۂ اسلامی کی تعمیر و تشکیل کا دار و مدار ہے۔ حج ان بنیادی دینی فرائض میں سے ایک اہم فریضہ ہے، جس کی ادائیگی کے ساتھ بہت سے دینی مصالح و فوائد وابستہ ہیں۔ اور جو ہر اُس مسلمان پر عائد ہوتا ہے، جو اس کی استطاعت و قدرت رکھتا ہو۔ قرآن حکیم میں ارشاد رب العزت ہے: ''اللہ کے لیے لوگوں پر حج بیت اللہ فرض ہے، جو اس کی استطاعت اور اس تک پہنچنے کی جانی مالی قدرت رکھتے ہوں۔'' دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ''اور پورا کرو حج اور عمرے کو اللہ کے لیے۔''

اسی طرح ہادیٔ برحق پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''اے لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے۔ پس تم ضرور فریضۂ حج ادا کرو۔''

حج کی دین اسلام میں جو ضرورت ہے، اس کا اظہار اس حدیثِ نبوی سے بخوبی ہوتا ہے، جس کا مضمون اس طرح ہے: ''جو مسلمان حج کی استطاعت رکھتا ہو، اور سفرِ حج کے لیے اخراجات وغیرہ برداشت کر سکتا ہو اور اس کو مرض اور خوف و خطر کی شکل میں کوئی عذر بھی مانع نہ ہو اور پھر وہ حج نہ کرے تو گویا وہ یہودی یا عیسائی کی موت مرا۔ ایک مسلمان کی موت نہیں مرا۔''

اسی طرح حج کی دینی اہمیت کا اظہار ان ارشاداتِ نبویؐ سے بخوبی ہوتا ہے، جن میں حج کی فضیلت اور اس پر عظیم اجر و ثواب کا بیان ہے۔ ایک ارشادِ نبویؐ میں ایمان اور جہاد کے بعد سب سے افضل عمل حج مبرور کو بتایا گیا ہے۔ ایک حدیثِ مبارک میں فرمایا گیا ہے: ''حج مبرور کی جزا سوائے جنت کے کچھ نہیں۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے مروی ایک حدیث کا ترجمہ ہے: ''جس نے حج کیا اور رفث و فسوق سے بچا، جو حج میں ممنوع ہیں، وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا کہ گویا آج اپنی ماں سے پیدا ہوا، یعنی اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔''

دین اسلام میں حج کی جو خاص ضرورت اور اہمیت ہے، غور کرنے سے اس کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ جن روحانی اوصاف سے اللہ تعالیٰ ایک بندۂ مؤمن کو آراستہ دیکھنا چاہتا ہے۔ اور جن اَخلاقی فضائل اور اَخلاقی محاسن سے بندۂ مؤمن کی روحانی شخصیت کی تکمیل اور تحسین ہوتی ہے۔ ان میں کئی ایک روحانی اوصاف اور اَخلاقی محاسن ایسے ہیں، جو صرف عبادتِ حج ہی کے ذریعے بندۂ مؤمن کو حاصل ہوتے ہیں۔ بالفاظ دیگر کئی ایک روحانی اور مادی اور اُخروی و دنیوی فائدے ایسے ہیں، جو ایک مسلمان کو حج کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے۔

(بقیہ صفحہ 10 پر)

www.rahimia.org

مولانا مفتی عبدالقدیر

امام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ؛ طوبیٰ کا درخت

حضرت حاجی امیر شاہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ — جو حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی کے خاص مصاحب تھے — انھوں نے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے سفرِ حج کا ایک خاص واقعہ اپنی کتاب ''امیر الروایات'' میں قلم بند فرمایا ہے۔

امیر شاہ خان صاحب فرماتے ہیں کہ: (حجۃ الاسلام) مولانا (محمد قاسم) نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سفرِ حج میں تھے۔ اس سفر میں ان کا جہاز یمن کی ایک بندرگاہ پر (کچھ دنوں کے لیے) ٹھہر گیا۔ اور مولانا (محمد قاسم نانوتوی) رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا کہ یہاں جہاز چند روز قیام کرے گا۔ یہاں آپ کو علم ہوا کہ یہاں سے قریب کسی بستی میں ایک بہت معمر (بڑی عمر والے) عالم اور محدث رہتے ہیں، اس لیے آپ جہاز سے اُتر کر ان کی خدمت میں روانہ ہو گئے۔ جب ان کی خدمت میں پہنچے اور گفتگو ہوئی تو مولانا (نانوتوی) رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی شہرتِ علم کی تصدیق ہو گئی اور آپ نے ان سے حدیث کی سند کی درخواست کی۔

ان عالم نے دریافت کیا کہ تم نے کس سے حدیث پڑھی ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ: شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے (پڑھی ہے)۔ وہ عالم شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو نہ جانتے تھے۔ اس لیے دریافت کیا کہ شاہ عبدالغنی (دہلوی) رحمۃ اللہ علیہ نے کس سے (حدیث) پڑھی ہے؟ مولانا نے فرمایا: شاہ اسحاق (دہلوی) صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے۔ وہ شاہ اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی واقف نہ تھے۔ اس لیے پوچھا کہ شاہ اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کس سے (حدیث) پڑھی ہے؟ مولانا (محمد قاسم نانوتوی) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: شاہ عبدالعزیز (دہلوی) صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے۔ وہ شاہ عبدالعزیز صاحب سے واقف تھے۔ جب ان کا نام سنا تو فرمایا کہ: اب میں تم کو سند دے دوں گا اور یہ بھی فرمایا کہ:

''شاہ ولی اللہ (دہلوی) رحمۃ اللہ علیہ طوبیٰ کا درخت ہے۔ پس جس طرح جہاں جہاں طوبیٰ کی شاخیں ہیں، وہاں جنت ہے اور جہاں اس کی شاخیں نہیں ہیں، وہاں جنت نہیں ہے۔ یوں ہی جہاں شاہ (ولی اللہ دہلوی) صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ ہے، وہاں جنت ہے۔ اور جہاں ان کا سلسلہ نہیں، وہاں جنت نہیں۔''

اس کے بعد انھوں نے مولانا (محمد قاسم نانوتوی) رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث کی سند دے دی۔

(حضرت حاجی امیر شاہ) خان صاحب نے فرمایا کہ: یہ قصہ میں نے خود مولانا (محمد قاسم) نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے۔

سبحان اللہ! پاک و ہند کی سرزمین تو حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خاندان کے علمی کمال اور خدمتِ حدیث کی معترف اور احسان مند ہے۔ لیکن اس واقعے سے ایک عرب عالمِ دین کے ہاں بھی ولی اللّٰہی خانوادے کی عظمت و بصیرت کا پتہ ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ولی اللّٰہی خاندان کی حکمت و بصیرت اور فیوضات سے مستفیض ہونے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

پروفیسر ڈاکٹر قاری محمد سعید اختر

حجّ

حج؛ ارکانِ اسلام میں ایک اہم رُکن ہے۔ یہ روحانی، اَخلاقی، سیاسی اور سماجی نتائج کی حامل ایک ہمہ گیر عبادت ہے۔

حج ہر اُس شخص پر فرض ہے، جو اس کے لیے درکار اپنے گھر اور سفر کے تمام ضروری اقتصادی تقاضے پورے کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔

سب سے پہلے تو حج اس حقیقت کو آشکارا کرتا ہے کہ انسانی سوسائٹی کے لیے مادی تقاضوں کی تکمیل ایک لازمی حقیقت ہے۔ گھر اور سفر کے مالیاتی تقاضوں کو پورا کرنے کی اہلیت کی شرط اس بات کی دلیل ہے کہ اقتصادیات کی فراہمی انسانی بقا و ترقی کے لیے اولین تقاضا ہے۔

اس حقیقت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ مادیت، کائنات کی آخری حقیقت نہیں ہے۔ یہ حقیقت ماورائے مادہ ہے اور یہ ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ انسان کی آخری منزل کائنات کی روحِ کل سے ملاپ ہے اور انسان کو رضاکارانہ طور پر مادی تقاضوں کی نفی کر کے ذاتِ باری تعالیٰ سے تعلق قائم کرنا ہے، لیکن جب تک مادی تقاضے پورے نہیں ہوتے، انسانیت اجتماعی طور پر روحانی ترقی کا اگلا قدم نہیں اٹھا سکتی۔

حج کی عبادت اس حقیقت کا عملی موقع بھی فراہم کرتی ہے۔ انسان اپنے گھر بار اور مال و اسباب کو چھوڑ کر سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے سادہ ترین لباس میں اللہ تعالیٰ کے گھر پر حاضری دیتا ہے اور دیوانہ وار اس کے گھر کا طواف کرتا ہے اور یوں اپنا رُخ تجلیاتِ الٰہی کی طرف کر لیتا ہے۔

حج انسانیت کو اجتماعیت کے مواقع بھی فراہم کرتا ہے۔ مختلف تہذیبوں، تمدنوں، کلچرز اور زبانوں کے حامل افراد آپس میں ملتے ہیں تو انھیں باہم شیر و شکر ہونے کا موقع ملتا ہے۔ وہ ایک دوسرے کے افکار و خیالات کو معلوم کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کے تمدن کے مفید اجزا کو جذب کرتے ہیں اور اپنی سوسائٹی کو اعلیٰ تر سطح پر تشکیل دینے کے تصورات سے مالا مال ہو کر جاتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کی زبانوں اور ان کے حامل علوم کو حاصل کرتے ہیں اور یوں اجتماعِ انسانی کی عقل و دانش کو بلند تر کرنے کے مواقع حاصل کرتے ہیں۔

حج کا اجتماع انسانیت کے لیے نکالی گئی خیرات کا ایک بین الاقوامی اجتماع بھی ہوتا ہے۔ اس میں انھیں ایک دوسری اقوام کے حالات معلوم کرنے، ان کے مسائل اور مشکلات کو سمجھنے اور ترقیات سے فائدہ اٹھانے کے مواقع حاصل ہوتے ہیں۔ یوں وہ باہم مل کر ایک جامع حکمتِ عملی تیار کر سکتے ہی۔ یہ قومیت، بین الاقوامیت کا ایک متأثر کن منظر پیش کرتا ہے۔ غرض ایک طائرانہ جائزہ حج کی اُفقی اور عمودی افادیت کے بے شمار پہلوؤں کو نمایاں کرتا ہے۔

بچوں کا کالم — چوہدری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

ہمیشہ اچھی باتیں اور عادتیں سیکھو

(چوہدری افضل حق آزادی کے عظیم رہنما تھے۔ اپنی قوم کی تعلیم وتربیت اور اَخلاق معیار کی بلندی ہمیشہ ان کے پیش نظر رہی۔ ذیل میں ان کے اُن خطوط کی تلخیص شائع کی جارہی ہے، جو اُنھوں نے 1939ء میں راولپنڈی جیل سے اپنے بچوں کے نام لکھے۔ دراصل ان کے مخاطب قوم کے ہر دور کے نونہال ہیں۔ مدیر)

عزیز از جان! السلام علیکم

ورزش ایسی ہونی چاہیے، جس سے جسم ذرا تھک سا جائے، لیکن ایسا نہ ہو کہ تھک کے چُور ہو جائے۔ ورزش میں تھک کر چُور ہو جانا بہت نقصان کا باعث ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے بھوک سے زیادہ کھالینا۔ جسم کی خواہش اور ضرورت سے زیادہ کبھی ورزش نہ کرو۔

جسم کو مضبوط بنانے کے لیے خوراک پر نظر رکھنی چاہیے۔ عمدہ عمدہ کھانوں سے معدہ خراب ہوتا ہے۔ سادہ خوراک بہترین غذا ہے۔ لذیذ کھانے ہمیشہ پیٹ بھر کر کھائے جاتے ہیں۔ زبان چٹخارے بھرتی جاتی ہے، لیکن بتا نہیں سکتی کہ لو بچو اُٹھو اب پیٹ بھر گیا۔ اس لیے کھانا کھاتے وقت خود ہی خیال رکھنا چاہیے کہ کھانا مصیبت نہ ہو جائے۔

علاوہ ازیں کھانے کو زیادہ سے زیادہ چبا کر کھانا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ دانتوں کا کام آنتوں کو کرنا پڑے۔ درمیانی ورزش، صاف ہوا، سادہ غذا، جسم کے لیے اکسیر ہیں۔ اگر ان تینوں کا خیال رکھو تو ساری زندگی عید کی طرح خوش خوش گزارو گے۔

بلقیس اور معروف یہ نہ سمجھیں کہ ورزش صرف تم اور تمھارے بھائیوں کے لیے ہے، نہیں! لڑکیوں کے لیے بھی اس کی اتنی ہی ضرورت ہے، جتنی لڑکوں کے لیے۔

بھئی شمس الحق تمھاری شکایت آئی تھی۔ اچھا ہوا کہ تم نے اتنی مان لی اور آئندہ سے احتیاط کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اچھے بچے اسی طرح کرتے ہیں۔ ہمیشہ اچھی باتیں اور عادتیں سیکھو۔ ہر کام وقت پر کرو۔ مدرسے میں بھی دھیان دے کر پڑھو اور گھر آ کر بھی محنت کرو۔ تم تو ہوشیار طالب علم تھے، غفلت کر کے نالائق لڑکوں میں شامل ہونے کی کوشش نہ کرو۔ جو لڑکا پڑھنے میں نالائق ہوتا ہے، اس کی صحت بھی خراب ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ ہر وقت ہر طرف سے لعنت اور ملامت ہوتی ہے اور وہ ہر وقت غمگین اور ڈرا ڈرا سا رہتا ہے۔

دیکھو بھئی ضیاء الحق! میں نے ہندی کی الف ب شروع کر دی ہے۔ دیکھنا تم اردو اچھا پڑھ لکھ سکتے ہو یا ہندی میں تم سے عمدہ لکھ پڑھ سکتا ہوں۔ تمھارا میرا خوب مقابلہ ہوگا۔ دیکھیں کس کی جیت ہوتی ہے۔ تم اردو میں اچھا لکھ پڑھ سکتے ہو یا میں ہندی میں۔

اچھا بھئی! اب تم سب مجھے اپنا اپنا پروگرام لکھو کہ تمھارے تعلیم اور ورزش کے کون سے اوقات ہیں، اب تمھاری صحت کا کیا حال ہے؟

سب کو السلام علیکم!

خواتین کا کالم — مولانا عبداللہ عابد سندھی

عورت کی تعلیم وتربیت اور ذمہ داری

اس بات سے کوئی انکار نہیں کہ عورتیں معاشرے کا کم و بیش نصف حصہ ہیں اور تخلیقی اعتبار سے وہ ابتدائے آفرینش سے ہی مردوں کی شریک رہی ہیں۔

انسان اپنے وجود میں آنے کے بعد جب وہ دنیا میں آتا ہے تو اس وقت تک عورت (ماں) کا محتاج رہتا ہے۔ یہی نہیں، بلکہ عورت (ماں) کے بغیر اس کا زندہ رہنا محال ہو جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی (عورت) ماں کے متعلق فرمایا کہ: "الجنّة تحت اقدام الاُمّھات." (جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔) یعنی جب انسان دنیا سے اپنے نیک و بد اعمال لے کر آخرت میں قدم رکھتا ہے تو اسے فرائض کی ادائیگی اور دیگر واجبات کی بازپُرسی کے ساتھ جنت کی حیاتِ جاودانہ کا حق دار ٹھہرانے کے لیے ماں (عورت) کی رضا و خوشنودی کی ضرورت پڑتی ہے۔

اسی کے ساتھ اس اہم مخلوقِ خدا کی ذمہ داریاں اور حقوق بھی بہت اہمیت کے حامل ہیں، جن میں ذرّہ برابر کوتاہی معاشرتی نظام میں خلل اور خامیوں کا باعث بنتی ہے۔ معاشرے میں عورت کی بنیادی ذمہ داری بچوں کی صحیح خطوط پر تربیت اور پرورش ہے، تاکہ وہ ایک مفید و مثبت شہری کی حیثیت سے ملک و قوم کی رہنمائی کرسکیں۔ یہ بات ذہن نشین ہو کہ بچہ صرف والدین کا نہیں، بلکہ وہ ان کے پاس قوم کی بطور امانت ہے۔ بچے کا پاکیزہ قلب ہر قسم کے نقش وصورت سے خالی نفیس جوہر ہوتا ہے۔ اس پاکیزہ قلب پر جو کچھ نقش کر دیا جائے، وہ اسے قبول کرنے کو تیار ہوتا ہے اور جس طرف اسے مائل کریں، ادھر مائل ہو جاتا ہے۔ یہ عورت (ماں) ہی ہے، جو اس بے بس مخلوق کو زندہ رہنے اور صحیح زندگی گزارنے کے طور طریقوں سے آشنا کرسکتی ہے۔ اس لیے ایک صالح معاشرے کے قیام کے لیے ضرورت ہے کہ اولاد کی صحیح سمت پر تربیت کے لیے ماں (عورت) تعلیم وتربیت سے آراستہ ہو۔ اگر عورت تعلیم وتربیت سے تہی دامن رہ جائے تو نسل انسانی بے شعوری و بے شائستگی کے مرض میں مبتلا ہو کر معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے کا سبب بنتی ہے۔

یاد رکھیے! اسلام نے جہاں دیگر فرائض اور حقوق میں عورت کو مرد کے برابر قرار دیا ہے، وہاں اسے تعلیم وتربیت کا بھی پورا پورا حق عطا کیا ہے۔ اسلام نے کہیں بھی عورتوں کے لیے نہ تو حصولِ تعلیم پر پابندی عائد کی ہے اور نہ ہی تعلیمی میدان میں ان کی حوصلہ شکنی کی ہے، بلکہ عورتوں کی تعلیم وتربیت کے متعلق احکامات جاری کیے ہیں۔ نیز والدین کا اپنی بچیوں کے تعلیمی سلسلے میں اخراجات برداشت کرنا اور محنت و مشقت اور سعی و فکر کرنا نجات کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص کے ہاں کوئی بیٹی ہو، پھر وہ اسے بہترین آداب سکھائے اور عمدہ ترین تعلیم (اور تربیت) دے اور حتی المقدور اس کے ساتھ حسن سلوک کرے، تو وہ بیٹی اس کے لیے جہنم کی آگ سے نجات کا باعث بنے گی۔"

(بقیہ صفحہ 10 پر)

www.rahimia.org

رپورٹ: حافظ محمد طیب ندیم، پی ایچ ڈی شریعہ سکالر، اسلام آباد

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

میں ماہِ رمضان المبارک 1435ھ/2014ء کے شب وروز

چند چشم دید احوال

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسانی سوسائٹی کو جہاں جسمانی امراض سے بچاؤ کے لیے انسانی مزاج کے مطابق صحت مند غذا اور صاف ستھرے ماحول کی ضرورت ہوتی ہے، وہیں روحانی امراض سے بچانے کے لیے درست نظریہ وسوچ اور صحبت صالح و پاکیزہ ماحول کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ تاکہ وہ سوسائٹی ہمہ جہتی ترقی کر سکے۔

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) کوئینز روڈ لاہور پاکستان انھی مذکورہ ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے ہمارے پیارے ملک کے باصلاحیت نوجوانوں کی نظریاتی، سیاسی، معاشی اور سماجی و اَخلاقی تعلیم وتربیت کے لیے جہاں سال بھر مختلف دروسِ قرآن، سیمینارز اور ورکشاپس کا انعقاد کرواتا ہے، وہیں ہر سال ماہِ رمضان المبارک میں دورۂ تفسیر قرآن، دروس احادیثِ مبارکہ، موضوعاتِ قرآنیہ پر لیکچرز کا اہتمام، گروپس ڈسکشن، پینل مذاکرہ، مسائل دینیہ کے لیے سوالات و جوابات کی نشست، تجوید قرآن کلاس، کتبِ شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی خصوصی کلاس، ذکر اللہ کا اہتمام، ذکر کی اہمیت پر لیکچرز، کلماتِ توبہ، افطاری کا سماں، اوّابین اور تہجد کے نوافل میں تلاوتِ قرآن کی سماعت، تراویح کے بعد تفسیری خلاصہ، جماعتِ ذاکرین، رحیمیہ مطبوعات کی پیش کش اور تقریبِ تکمیل قرآن کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ ادارہ ہٰذا کا قیام 2001ء میں وجود پذیر ہوا۔ جس کے بانی پاکستان کے عظیم انقلابی لیڈر اور اولوالعزم ولی جناب مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ (وفات: 26ستمبر 2012ء) تھے۔ آپ ایک طرف تو خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور (انڈیا) کے مسند نشین تھے تو دوسری طرف عصر حاضر کی فقاہت وسیاست کے امام بھی تھے۔ آپ کے تمام تر فکر وعمل کا محور انسان دوستی پر مبنی ایک ایسے نظام کا غلبہ تھا، جو عام انسانیت کے دکھوں کا مداوا کر سکے۔ یقیناً ایسے عظیم کام کے لیے ایک باشعور اور منظّم ٹیم کی ضرورت تھی، جس کو ایک طرف شعوری تربیت اور کردار سازی کے لیے فکر وفلسفہ مہیا کرنا تھا تو دوسری طرف عملی جدوجہد کو منظّم اور مضبوط بنانے کے لیے اداروں کی ضرورت تھی۔ الحمد للہ! یہ دونوں اہم کام آپ نے بھی اپنے اکابرین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی حیات میں بخوبی سرانجام دے لیے تھے۔

ادارہ رحیمیہ میں ماہِ رمضان کے شب وروز

دورۂ تفسیر قرآن: ادارہ رحیمیہ کے مؤسسین کو اس بات کا شدت سے احساس تھا کہ اٹھارویں صدی عیسوی کے آغاز سے ہی برصغیر پاک و ہند میں قرآن وسنت پر مبنی "عدل اجتماعی" کا نظام رُوبہ زوال ہونا شروع ہوگیا تھا۔ اور آہستہ آہستہ پستی کی انتہا کو پہنچ گیا۔ ایسے میں دورِ عروج کی قرآنی حکمتِ عملی اپنانے کی بجائے قرآنی علوم ومعارف سے دورِ زوال سے نکلنے کے لیے رہنمائی لی جانی چاہیے۔ چناں چہ ان دوراندیش عقلا نے چند عشرے قبل فیصلہ کیا کہ پاکستانی نوجوانوں کو فرقہ واریت کے عذاب سے نکال کر قرآنی شعور پر مبنی نظریاتی، سیاسی ومعاشی اور معاشرتی حوالے سے تربیت دی جائے۔ جس کے لیے طے یہ پایا کہ تیس چالیس روزہ دورۂ تفسیر شروع کیا جائے، جو شعبان المعظم سے شروع کر کے رمضان المبارک تک ایک ماہ کا ہو۔ جس کے شرکا ملک بھر کے نوجوان' خاص طور پر کالجز اور یونیورسٹیز کے طلبا ہوں گے۔ چناں چہ یہی سلسلہ اب بھی جاری وساری ہے اور اِن شاءاللہ جاری رہے گا۔ جہاں تک تفسیر بیان کرنے والوں کا تعلق ہے، ماشاءاللہ تمام کے تمام ولی اللّٰہی اصولِ تفسیر وعلوم وافکار کے ماہر ہیں۔ جن میں سے ان حضرات کا ذکر خاص طور پر کیا جاتا ہے، جن کی معیت دورۂ تفسیر کے شرکا کو نصیب رہی:

(1) حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری۔ (2) جناب پروفیسر مفتی سعید الرحمٰن اعوان (3) جناب مفتی عبدالمتین نعمانی (4) جناب مفتی عبدالقدیر (5) جناب مفتی عبدالغنی قاسمی (6) جناب مولانا مفتی محمد مختار حسن۔ ان حضرات کے علاقہ بقیہ حضرات وقتاً فوقتاً تشریف لاتے رہے اور شرکا کو مستفید کرتے رہے، جن میں خاص طور پر قابل ذکر افراد مندرجہ ذیل ہیں: جناب مولانا ناصر عبدالعزیز (جھنگ)، جناب مولانا ڈاکٹر تاج افسر (اسلام آباد)، جناب مولانا صاحبزادہ رشید احمد (ڈیرہ اسماعیل خان)، جناب پروفیسر قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)، جناب مولانا محمد عباس شاد (لاہور)، جناب مولانا محمد عارف اکمل (ہارون آباد) اور جناب پروفیسر مولانا عبدالجبار (اسلام آباد)۔

دروسِ احادیثِ مبارکہ: ادارہ میں روزانہ بعد از نمازِ فجر دس سے پندرہ منٹ تک درسِ حدیث کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ملک بھر سے آئے ہوئے علمائے کرام ایک حدیث پڑھ کر ولی اللّٰہی اسلوب پر اس کی تشریح بیان فرماتے رہے۔

درسِ تفسیر اور موضوعاتِ قرآنیہ پر لیکچرز کا اہتمام: صبح 9 بجے سے 11 بجے تک تفسیر قرآن کی کلاس ہوتی ہے۔ اس کے بعد 11 بجے سے 12 بجے دوپہر کے درمیان قرآنی موضوعات میں سے دو کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ جنھیں ادارہ کے تربیت یافتہ پروفیسرز، ڈاکٹرز، وکلا، علما اور اعلیٰ تعلیم یافتہ پروفیشنلز حضرات شرکا کو بریفنگ دیتے ہیں۔ جن موضوعات پر خاص توجہ دی جاتی ہے، وہ درجِ ذیل ہیں: (1) اسلامی عقائد؛ مفہوم اور تقاضے۔ (2) انسان کا مقصدِ تخلیق۔ (3) انبیا کی بعثت کا مقصد۔ (4) عبادات کے مطلوبہ اجتماعی اثرات۔ (5) اَخلاق و معاشیات کا باہمی ربط۔ (6) مسجد کی معاشرتی حیثیت۔ (7) دین کا جامع تصورِ حیات۔ (8) قرآنی اصول معاشیات۔ (9) تزکیۂ نفس میں صحبتِ صالح کا کردار۔ (10) اسلام اور انسان دوستی۔ (11) اسلام اور سرمایہ داری۔

گروپ ڈسکشنز: موضوعات کی بریفنگ کے بعد تقریباً تیس منٹ کے لیے شرکا کو مختلف گروپس میں تقسیم کر دیا جاتا اور ہر گروپ میں ایک گروپ لیڈر رہتا ہے، جو گروپ کے شرکا میں ایک اینکر پرسن کا کردار ادا کرتا ہے۔ شرکا انھی موضوعات پر سوالات بھی کرتے ہیں اور جوابات بھی دیتے ہیں۔ اس سے ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ہر شریک براہ راست اس ڈسکشن کا حصہ بنتا ہے اور دوسرا یہ کہ موضوعات بھی نکھر (Refine) کر سامنے آجاتے ہیں۔

پینل مذاکرہ: گروپ ڈسکشن کے بعد انھی لیکچرر حضرات پر مشتمل ایک پینل تشکیل دیا جاتا ہے، جو تفصیل کے ساتھ اٹھائے گئے سوالات کا تسلی بخش جوابات دیتا ہے، جس کی

www.rahimia.org

تکمیل تقریباً اذانِ ظہر پر ہوتی ہے۔

مسائل دینیہ کے لیے سوالات وجوابات کی نشست: بعد از نمازِ ظہر دینی مسائل کی آگہی کے لیے تیس منٹ کا ایک حلقہ قائم کیا جاتا ہے، جس میں شرکا اپنے اپنے حل طلب مسائل پیش کرتے ہیں اور ادارہ ہٰذا کے مفتی جناب مفتی عبدالغنی قاسمی جوابات عنایت فرماتے ہیں۔

تجوید قرآن کلاس: دینی مسائل کی نشست کے بعد شرکا کو ضروری تلاوتِ قرآن کے لیے مختلف موجود قرا حضرات' تجوید کے ساتھ مشق کرواتے ہیں، جس سے شرکا کو اس حوالے سے کافی فائدہ ہوتا ہے۔

کتب شاہ ولی اللہ کی خصوصی کلاس: ادارہ میں ہر رمضان المبارک میں کتب شاہ ولی اللہ میں سے کسی ایک کتاب کا Logical Order میں انتخاب کیا جاتا ہے۔ پھر ایک خصوصی کلاس ترتیب دی جاتی ہے، جس کے شرکا وہ لوگ ہوتے ہیں، جو ادارہ کی طرف سے رہنمائی (Certified) کے درجے پر فائز ہوتے ہیں۔ ان حضرات کی خصوصی تعلیم وتربیت اور رہنمائی جناب حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری اپنی خصوصی دلچسپی کے ساتھ فرماتے ہیں۔ اس رمضان المبارک میں جس کتاب شاہ ولی اللہؒ کا انتخاب کیا گیا، وہ ''الطاف القدس فی معرفۃ لطائف النفس'' ہے، جب کہ اس سے پچھلے رمضان میں ''سطعات'' اور ''ہمعات'' کا انتخاب کیا گیا تھا۔ عصرِ حاضر کے نبض شناس بخوبی جانتے ہیں کہ شاہ ولی اللہؒ کی ہر کتاب اپنے موضوعاتی مطالعے کے اعتبار سے ایک شاہ کار کارنامہ ہے، جنھیں سمجھنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے اور جو حضرات انھیں تھوڑا بہت سمجھ لیتے ہیں، وہ انھیں ہضم نہیں کر پاتے۔ حتیٰ کہ بعض بظاہر بڑی قد آور شخصیات نے جب ان کتابوں کو سمجھنے کا دعویٰ کیا، لیکن ہضم نہیں کر پائے تو شاہ صاحبؒ کے بارے میں فضول گوئی کرنے لگے۔ جناب ایسا ہونا کوئی انوکھی بات نہیں ہے، بلکہ بہت سارے شاہ سوار آئے اور بازی ہار کر چلے گئے۔ الحمدللہ! ادارہ رحیمیہ لاہور کی قیادت نے تاریخی تسلسل کے ذریعے نہ صرف شاہ صاحبؒ کے فکر وفلسفے کو سمجھا، بلکہ اسے ہضم کر کے اس پر عمل پیرا بھی ہے۔ ادارہ رحیمیہ لاہور کے متعلقین خوش قسمت ہیں کہ انھیں حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری جیسی جامع شخصیت ملی، جو نہ صرف شاہ ولی اللہ شناسی کی ماہر ہے، بلکہ اسے من وعن اگلی نسل تک منتقل کرنے کی بھی مہارت تامہ رکھتی ہے۔

ذکر اللہ کا اہتمام: بعد از نمازِ عصر حضرت رائے پوری خامس کی معیت میں ذکر اللہ کا اہتمام کیا جاتا ہے، جس میں پانچ تسبیحات نفی واثبات (لا إلٰہ إلاّ اللّٰہ) اور سات تسبیحات اسم ذات (اللّٰہ) کی روحانی امراض کے علاج کے لیے کروائی جاتی ہیں۔ جس میں تمام حضرات بڑے ذوق وشوق سے شریک ہوتے ہیں۔

ذکر کی اہمیت پر لیکچرز: مجلس ذکر کے بعد حضرت رائے پوری رابعؒ کے اجل خلفا میں سے کوئی ایک بزرگ' ذکر اور صحبتِ صالح کی ضرورت واہمیت پر بیان فرماتے ہیں، جس سے شرکا میں ذکر کا شوق اور اولیاء اللہ سے محبت پیدا ہوتی ہے۔

کلمات توبہ: لیکچر کے بعد حضرت رائے پوری خامس حاضرین کو مسنون کلمات توبہ کہلواتے ہیں، جو دعا کے ساتھ اختتام پذیر ہوتے ہیں۔

افطاری کا سماں: کلمات توبہ کے بعد اعلان کیا جاتا ہے کہ تمام حضرات افطاری کے دسترخوان پر تشریف رکھیں اور ذکر واستغفار میں مشغول رہیں۔ یہاں تک کہ افطاری کا ٹائم ہو جاتا ہے۔ ہر شریک کے پاس ایک کپ آبِ زم زم اور چند کھجوریں اور فروٹ ہوتے ہیں۔ آبِ زم زم کو احترام کھڑے ہو کر پیا جاتا ہے۔

اوّابین اور تہجد کے نوافل میں تلاوتِ قرآن کی سماعت: حضرت آزاد رائے پوری صاحب مدظلہٗ مع بعض خلفا حضرت رائے پوری رابعؒ ایک پارہ اوّابین کے نوافل میں اور ایک پارہ تہجد کے نوافل میں سماعت فرماتے ہیں۔

تراویح کے بعد تفسیری خلاصہ: بعد از نمازِ تراویح جو پارہ تلاوت کیا جاتا ہے، اس کا تفسیری خلاصہ جناب مفتی عبدالمتین نعمانی بیان فرماتے ہیں، جو تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ سے دو گھنٹوں کے دورانیے پر مشتمل ہوتا ہے۔

جماعتِ ذاکرین: یہ بات اس دفعہ پہلی مرتبہ دیکھنے میں آئی کہ حضرت رائے پوری خامس نے ایک جماعتِ ذاکرین بھی ترتیب دی، جسے ایک خاص ماحول میں خاص توجہ کے ساتھ چالیس دن لگوائے گئے۔ جس کا کام یہ تھا کہ روزانہ گیارہ سو مرتبہ نفی واثبات کا اور چار ہزار مرتبہ اسمِ ذات کا قادری جہر اور ذکر نا ہے۔ ماشاءاللہ تمام ذاکرین نے اس کی پابندی کی اور پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔ اس تمام عمل کی نگرانی حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ کے حکم پر حضرت رائے پوری رابعؒ کے مجاز حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ (کوئٹہ) فرماتے رہے۔ جنھوں نے ہر ذاکر کی فرداً فرداً رہنمائی بھی فرمائی اور دلچسپی بھی پیدا کی۔

رحیمیہ مطبوعات کی پیش کش: اس رمضان المبارک میں رحیمیہ مطبوعات کی طرف سے دو کتابیں شائع کی گئیں: (1) رشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ: اس کے جامع حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رائے پوریؒ ہیں، جب کہ اس کتاب کی تحقیق وتخریج حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے کی ہے۔ (2) سرگزشتِ حیاتِ امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ: حضرت سندھیؒ خود اس کتاب کے مصنف ہیں، جو کہ عربی زبان میں لکھی گئی ہے، جب کہ اس کا اردو ترجمہ وتحقیق حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے کیا ہے۔ اس کتاب میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور آپ کے بعد آنے والے بزرگوں کا سیاسی مسلک دوٹوک انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ دین کے جامع راستے کی سیر حاصل وضاحت بھی کی گئی ہے۔

تقریبِ تکمیل قرآن: ادارہ میں ہر سال رمضان المبارک میں نمازِ تراویح کا اہتمام کیا جاتا ہے، جس کی امامت پچھلے سالوں کی طرح اس سال بھی حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر صاحب نے فرمائی۔ جس کی تکمیل 28 رمضان المبارک کی شب میں ہوئی۔ جس میں ملک بھر سے ادارہ سے وابستہ افراد کے نمائندہ حضرات نے شرکت کی۔ اس رات کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مشائخ رائے پور کی معیت میں اللہ کے حضور رقت آمیز دعا کی جاتی ہے۔ حضرت رائے پوری خامس نے دعا کروائی، جس میں تمام موجود افراد نے اپنی اپنی کمیوں اور کوتاہیوں کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ کے حضور معافی مانگی۔ اس کے بعد قرآنی شعور انقلاب پر مبنی تین لیکچرز ہوئے، جنھیں بالترتیب حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب، پروفیسر ڈاکٹر مفتی سعیدالرحمٰن اعوان صاحب اور حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری خامس نے بیان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس ادارہ کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے۔ آمین!

www.rahimia.org

بقیہ: حج کی ضرورت واہمیت

عبادتِ حج کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ دوسری عبادتیں یا تو محض بدنی ہیں، جیسے نماز اور روزہ، یا محض مالی ہیں، جیسے زکوٰۃ، صدقہ وقربانی، لیکن حج کی عبادت بیک وقت بدنی بھی ہے اور مالی بھی۔ حج میں حاجی کو جہاں ایسے اعمال ومناسک بجالانے پڑتے ہیں، جن کا تعلق بدن وجسم سے ہوتا ہے اور جن سے حاجی کو جسمانی زحمت اٹھانی پڑتی ہے، جیسے اپنے وطن سے مکہ مکرمہ کی طرف سفر کرنا، مکہ مکرمہ پہنچ کر طوافِ بیت اللہ اور سعی صفاومروہ کرنا، ایامِ حج میں مکہ معظّمہ سے منیٰ، مزدلفہ اور عرفات جانا آنا، عرفات، مزدلفہ اور منیٰ میں وقوف کرنا وقیام کرنا۔ منیٰ میں جمرات پر کنکریاں مارنا، منیٰ سے مکہ پہنچ کر طواف وزیارت کرنا وغیرہ۔ ان میں سے ہر عمل اپنی ایک مخصوص روحانی خاصیت وتاثیر رکھتا اور مؤمن کے دل ودماغ پر گہرا روحانی اثر ڈالتا ہے۔ بشرطیکہ وہ فہم وشعور کے ساتھ انجام دیا جائے اور اس کا محرک، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرماں برداری کا جذبہ اور اس سے مقصود محض رضائے الٰہی ہو۔

ان بدنی وجسمانی اعمال کے ساتھ حج میں حاجی کو خصوصاً دوسرے ممالک سے جانے والے حاجی کو کرائے، زادِ راہ اور قربانی وغیرہ کی صورت میں مالی اخراجات بھی ضرور کرنے پڑتے ہیں۔ بنابریں حج کی عبادت میں جو جامعیت ہے، وہ دوسری کسی عبادت میں نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا اجر وثواب بھی بہت زیادہ ہے۔

اہمیتِ حج کی دوسری وجہ یہ ہے کہ باقی عبادتیں، جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ ایک مسلمان اپنے وطن میں ہر جگہ ادا کرسکتا ہے، جب کہ حج کی عبادت حجازِ مقدس کے مخصوص مقاماتِ مقدسہ سے تعلق رکھتی اور صرف وہیں ادا کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً حج کے ارکان میں سے ایک رُکن طواف ہے، جو صرف مکہ مکرمہ میں واقع خانہ کعبہ شریف کے اردگرد ہی ہوسکتا ہے۔ دوسرا رُکن یا فرض سعی ہے، جو صرف صفاومروہ کے درمیان ہی کی جاسکتی ہے۔ تیسرا رکن وقوف ہے، جو 09/ذی الحجہ کو میدانِ عرفات ہی میں ہوسکتا ہے۔ اسی طرح حج کے بعض اہم امور مزدلفہ اور منیٰ ہی میں ادا کیے جاسکتے ہیں۔ مثلاً رمی جمار صرف ان جمرات پر ہوسکتی ہے، جو منیٰ میں واقع ہیں۔ پھر چوں کہ یہ مقدس مقامات، مہبطِ انوار وتجلیاتِ الٰہیہ اور شعائر اللہ کی حیثیت سے اپنے اندر بے پناہ روحانی اثرات وبرکات رکھتے ہیں، لہٰذا ان کے اندر عبادت کرنے سے بندۂ مؤمن کو جو خاص روحانی فائدے حاصل ہوتے ہیں اور اس کے ایمان کو جو جلا اور تقویت ملتی ہے، وہ کسی دوسری جگہ کی کسی عبادت میں ممکن ہی نہیں۔ مثلاً مسجد الحرام کی ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ گنا بڑھ جاتا ہے۔

ایک تیسری وجہ اہمیتِ حج کی یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس میں حاجی کو کئی ایسی پابندیاں اختیار کرنی پڑتی ہیں، جو نفس پر سخت شاق وگراں گزرتی ہیں۔ مثلاً احرام کی حالت میں اپنا ہمیشہ کا مالوف ومانوس لباس اُتار کر دو اَن سلی چادریں زیبِ تن کرنا، منہ اور سر کو ننگا رکھنا، حجامت نہ بنوانا، ناخن نہ تراشنا، خوشبو نہ لگانا، اپنے بدن کی جوں تک کو نہ مارنا، خشکی کا شکار نہ کھیلنا، جائز جنسی خواہشات سے اجتناب کرنا وغیرہ۔ گویا احرام کی حالت نہایت عاجزی وانکساری کی حالت، بلکہ ایک کفن پوش مردہ کی سی ہوتی ہے، جس سے نفسہ امارہ کی سرکوبی اور اصلاح ہوتی ہے اور برائیوں کا رُجحان کمزور پڑتا ہے۔ اہمیتِ حج کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں حاجی کو بعض ایسے اعمال ومناسک کرنے پڑتے ہیں، جن کی حکمت ومصلحت، عقل ظاہر بیں کی گرفت میں نہیں آتی۔ لہٰذا ان کا تعلق عقل سے زیادہ عشق سے ہے۔ گویا ان کو ایک مسلمان محض اس لیے بجالاتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم اور سنتِ رسولؐ کا اتباع ہے۔ لہٰذا اس سے اس کی کامل سپردگی اور اعلیٰ بندگی و تابع داری کا اظہار ہوتا ہے۔

عبادتِ حج سے ضمنی طور پر مسلمانوں کو جو اجتماعی فوائد حاصل ہوتے ہیں، وہ بھی بڑے اہم اور ان کی دنیوی فلاح وبہبود سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً ایک فائدہ یہ کہ چوں کہ حج میں دنیا کے مختلف ممالک سے لاکھوں کی تعداد میں مسلمان مکہ مکرمہ پہنچتے اور ایک ایسے اجتماع کی شکل اختیار کرتے ہیں، جو بین الاقوامی نوعیت کا ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کو ایک دوسرے کے حالات جاننے اور آپس میں سیاسی، معاشی اور ثقافتی تعلقات استوار کرنے کا موقع ملتا ہے، جو ظاہر ہے کہ ایک عظیم اجتماعی فائدہ ہے۔

دوسرا فائدہ یہ کہ جب عرفات کے میدان میں مختلف نسلوں، جنسوں اور قوموں سے تعلق رکھنے والے لاکھوں مسلمان، جن میں شاہ بھی ہوتے ہیں اور گدا بھی، امیر بھی ہوتے ہیں اور فقیر بھی، عالم بھی ہوتے ہیں اور جاہل بھی، کالے بھی ہوتے ہیں اور گورے بھی۔ ایک ہی طرح کا احرامی لباس پہنے ہوئے ننگے سر لبیک لبیک کا نعرہ لگاتے اور ایک ہی طرح کے اعمال بجالاتے ہیں۔ تو اس سے انسانی وحدت ومساوات کا ایک نہایت روح پرور منظر سامنے آتا ہے، جو اسلامیات کا عملی مظاہرہ ہوتا ہے کہ اللہ کے سامنے سب انسان بحیثیتِ انسان کے برابر ہیں۔ نیز اس سے حج کرنے والوں کے ذہنوں میں عالم گیر وسعت پیدا ہوتی ہے۔ دراصل حج کے اس عظیم اجتماع میں مسلمانوں کے لیے یہ عملی درس بھی ہے کہ وہ زندگی کے دوسرے میدانوں میں بھی اسی اتحاد ویگانگت اور اسی مساوات ویک جہتی کا مظاہرہ کریں، جس کا مظاہرہ انھوں نے اس موقع پر کیا ہے۔ اللہ ہمیں حج کی اہمیت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بقیہ: عورت کی تعلیم وتربیت اور ذمہ داری

یقیناً اسلام نے تعلیم وتربیت کے ذریعے عورت کو وہ تشخص دیا ہے، جو اس سے قبل کسی نظام' خواہ وہ مغربی ہو کہیں نظر نہیں آتا۔ بلکہ آج یورپ وامریکا کا بنیادی مسئلہ عورتوں کے حقوق اور ان کا عدمِ تحفظ اور اَخلاقی نظام کا انحطاط ہے۔ جہاں تعلیمی اداروں میں رسائی حاصل کرنے والی طالبات پر تشدد، زیادتی اور مجرمانہ حملوں کی شرح میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ لہٰذا عورت کی جو تعلیمی آزادی، یکسانیت، تحفظ، حرمت اور امن وعزت' اسلام کے فطری عادلانہ نظام میں انھیں حاصل ہے، وہ کسی اور نظام میں نہیں ہے۔

www.rahimia.org

احکام ومسائل قربانی

از مفتی عبدالخالق آزادرائے پوری

مسئلہ نمبر۱: ہر ایسے مسلمان عاقل، بالغ مرد وعورت پر قربانی کرنا واجب ہے جو عیدالاضحیٰ کے دن مقیم ہو اور صاحبِ نصاب اور مالدار ہو یعنی ساڑھے باون تولہ (52-1/2) چاندی یا اس کی قیمت کے برابر ضرورت سے زائد سامان کا مالک ہو۔ اس مال کی ملکیت پر سال گزرنا ضروری نہیں۔ بلکہ اگر اس دن بھی اتنے مال کا مالک بنا تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔ (شامی۔ص:۶/۳۱۲)

مسئلہ نمبر۲: گھر میں موجود تمام افراد الگ الگ نصاب کے بقدر مالک ہوں تو ہر ایک پر علاحدہ سے قربانی کرنا واجب ہے۔ صرف گھر کے سربراہ کی طرف سے قربانی کر دینا سب کے لیے کافی نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر۳: قربانی فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے۔ بیوی اور اولاد کی طرف سے واجب نہیں۔ بلکہ اگر نابالغ اولاد مالدار بھی ہو تب بھی اس کی طرف سے قربانی کر دی تو نفل ہو گی، لیکن اس کے مال میں سے قربانی کرنا ہرگز جائز نہیں۔ (عالمگیری ص ۱۹۹ جلد ۶)

مسئلہ نمبر۴: فقیر، محتاج اور مسافر پر قربانی کرنا واجب نہیں ہے۔ (شرح البدایہ ۴/۴۴۳)

مسئلہ نمبر۵: ایسا قرض دار کہ اس کے پاس موجود مال کے عوض اس کا قرض ادا ہوتا ہو اس پر بھی قربانی واجب نہیں ہے۔ لیکن اگر قربانی کرلے تو ہو جائے گی۔

مسئلہ نمبر۶: قربانی کے جانور شرعاً مقرر ہیں: بکرا، بکری، بھیڑ، دنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ اونٹنی، صرف ان جانوروں کی قربانی درست ہے اور کسی جانور کی قربانی درست نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر۷: قربانی کے لیے گائے، بیل، بھینس، بھینسا کی عمر کم از کم دو (۲) سال، اور اونٹ، اونٹنی کی عمر کم از کم پانچ سال اور باقی جانوروں کی عمر کم از کم ایک سال ہونا ضروری ہے۔ ہاں اگر بھیڑ یا دُنبہ سال بھر سے کم کا ہو لیکن موٹا تازہ اتنا ہو کہ سال والے جانوروں میں چھوڑ دیا جائے، تو فرق محسوس نہ ہو، تو اس کی قربانی بھی ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ چھ ماہ سے کم نہ ہو۔

مسئلہ نمبر۷: گائے، بھینس اور اونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہو کر قربانی کرلیں تو بھی درست ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اور اس کی نیت قربانی کرنے کی یا عقیقہ کی ہو۔ اگر کسی ایک حصہ دار کی نیت صرف گوشت کھانے کی ہو یا تجارت کی ہو، تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی۔

مسئلہ نمبر۹: چھوٹے جانور بھیڑ، بکری وغیرہ میں کئی آدمی شریک نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ایک شخص کی جانب سے ایک ہی جانور ہو سکتا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۰: اگر گائے، بھینس، اونٹ میں سات (۷) آدمیوں سے کم شریک ہوئے، مثلاً پانچ (۵) آدمی یا چھ (۶) آدمی شریک ہوئے اور کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں تب سب کی قربانی درست ہے۔ اور اگر آٹھ (۸) آدمی شریک ہو گئے تو کسی کی قربانی صحیح نہیں ہوئی۔ (ایضاً)

مسئلہ نمبر۱۱: اگر کسی آدمی پر قربانی واجب ہے اور اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے نے اس کا حصہ گائے وغیرہ میں رکھ دیا تو کسی کی قربانی جائز نہ ہوگی، البتہ اگر نفلی ہو تو جائز ہوگی۔

مسئلہ نمبر۱۲: سات (۷) آدمی گائے میں شریک ہوئے تو گوشت کے سات (۷) حصے بناتے وقت اندازہ سے تقسیم نہیں کرنا چاہیے بلکہ اچھی طرح ٹھیک تول کر تقسیم کرنا چاہیے۔ اگر کوئی حصہ زیادہ یا کم رہا تو سود ہو جائے گا اور گناہ ہوگا۔ (شرح التنویر ص ۳۱۰ جلد ۵)

مسئلہ نمبر۱۳: قربانی کا جانور صحیح اور بغیر عیب کے ہونا چاہیے۔ لہٰذا ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں جن میں درجِ ذیل عیب ہوں:

۱۔ اندھا یا کانا ہونا۔

۲۔ بہت بیمار، بہت دُبلا پتلا جس کی ہڈیوں میں گودا نہ رہا ہو۔

۳۔ اتنا لنگڑا کہ صرف تین پاؤں پر چلتا ہو، چوتھے پاؤں سے چل نہ سکتا ہو۔

۴۔ تمام یا اکثر دانت گر گئے ہوں یا سرے سے دانت ہی نہ ہوں۔

۵۔ پیدائشی کان ہی نہ ہوں یا کان تو ہوں لیکن اکثر حصہ کٹا ہوا ہو۔ (البتہ وہ جانور جس کے کان تو ہیں لیکن بالکل ذرا ذرا سے ہیں تو اس کی قربانی جائز ہے)

۶۔ مادہ جانور کے تھن بالکل نہ ہوں یا دوائی وغیرہ لگا کر خشک کر دیے گئے ہوں بھیڑ بکری کا صرف ایک تھن ہو۔ گائے، بھینس اور اونٹنی کے صرف دو تھن ہوں۔

۷۔ جس جانور کا سینگ جڑ سے اکھڑ گیا ہو۔ (البتہ جس جانور کے پیدائشی ہی سینگ نہ تھے یا سینگ تھے اور ان کے خول ٹوٹ گئے تو اس کی قربانی جائز ہے)

مسئلہ نمبر۱۴: ذی الحجہ کی دسویں (۱۰) تاریخ سے لے کر بارہویں (۱۲) تاریخ کی شام (غروب آفتاب) تک قربانی کرنے کا وقت ہے۔ جس دن چاہے قربانی کرے لیکن بہترین دن دسویں (۱۰) تاریخ کا دن ہے۔ پھر گیارہویں تاریخ اور پھر بارہویں تاریخ ہے۔

مسئلہ نمبر۱۵: نمازِ عیدالاضحیٰ ہونے سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر۱۶: اپنی قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے۔ اگر خود ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو ذبح کے وقت سامنے کھڑا ہونا بہتر ہے۔

مسئلہ نمبر۱۷: قربانی کا گوشت خود کھائے، اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کرے۔ فقیروں اور محتاجوں کو خیرات کر دے سب جائز ہے، بہتر یہ ہے کہ کم از کم ایک تہائی حصہ خیرات کرے۔

مسئلہ نمبر۱۸: قربانی کا گوشت غیر مسلموں کو دینا بھی جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۱۹: جس نے قربانی کرنے کی نذر مانی پھر وہ کام ہو گیا جس کی نذر مانی تھی تو اب قربانی کرنا واجب ہے۔ چاہے مالدار ہو یا نہ ہو۔ اور نذر کی قربانی کا سارا گوشت فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کرنا ضروری ہے، نہ خود کھائے نہ امیروں کو دے۔

مسئلہ نمبر۲۰: قربانی کی کھال یا اس کی قیمت یا گوشت چربی / چھیچھڑے وغیرہ قصاب کو ذبح کے عوض دینا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر۲۱: قربانی کی کھال، جانور کے گلے کی رسی وغیرہ سب چیزیں اللہ کے راستے میں خیرات کرنا چاہیے۔ اگر یہ چیزیں فروخت کر دیں تو ان کی قیمت خیرات کرنا لازم ہے۔ البتہ قربانی کی کھال اگر خود استعمال کرے، مثلاً جائے نماز بنالے تو جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۲۲: قربانی کرنے والے کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ یکم ذی الحجہ سے لے کر قربانی سے فارغ ہونے تک حجامت نہ بنوائے تاکہ حاجیوں سے مشابہت ہو جائے۔

www.rahimia.org

Monthly RAHIMIA Lahore CPL No. 59

عید الاضحیٰ کے احکام ومسائل

از مفتی عبدالغنی قاسمی

مسئلہ نمبرا: ذی الحجہ کی دسویں تاریخ عید الاضحیٰ ہے۔ اس دن ہر اس مسلمان پر دو رکعت نماز باجماعت بطور شکریہ کے پڑھنا واجب ہے، جس پر جمعۃ المبارک کی نماز پڑھنا واجب ہے۔

مسئلہ نمبر۲: عید الاضحیٰ کے دن درجِ ذیل چیزیں مسنون اور مستحب ہیں:

۱۔ صبح کو بہت سویرے اٹھنا۔ ۲۔ شریعت کے مطابق اپنی آرائش کرنا۔
۳۔ غسل کرنا۔ ۴۔ مسواک کرنا۔
۵۔ عمدہ کپڑے جو پاس موجود ہوں پہننا۔ ۶۔ خوشبو لگانا۔
۷۔ عید کی نماز سے پہلے کوئی چیز نہ کھانا۔ ۸۔ عیدگاہ میں عید کی نماز پڑھنا۔
۹۔ عیدگاہ صبح سویرے جانا۔ ۱۰۔ عید الاضحیٰ کی نماز اول وقت پڑھنا۔
۱۱۔ عیدگاہ جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیر تشریق یعنی ''اَللّٰہُ اَکْبَر، اَللّٰہُ اَکْبَر، لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَر، اَللّٰہُ اَکْبَر، وَلِلّٰہِ الْحَمْد'' کہنا۔ اور پیدل عیدگاہ جانا۔
۱۲۔ عیدگاہ جس راستے سے جائے دوسرے راستے سے واپس گھر آنا۔

مسئلہ نمبر۳: جہاں نمازِ عید پڑھی جائے وہاں اس دن اور کوئی نماز پڑھنا مکروہ ہے، نماز سے پہلے بھی اور نماز کے بعد بھی، ہاں گھر آ کر نمازِ عید کے بعد پڑھنا مکروہ نہیں اور نمازِ عید سے پہلے گھر میں بھی نفل پڑھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ نمبر۴: عورتیں اور جو لوگ کسی وجہ سے نمازِ عید نہ پڑھیں ان کا نمازِ عید سے پہلے کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ نمبر۵: ایک شہر میں عیدین کی نماز بالاتفاق متعدد جگہوں میں جائز ہے۔

تکبیراتِ تشریق کے احکام

عرفہ یعنی نو(۹) ذی الحجہ سے تیرہ (۱۳) ذی الحجہ تک پانچ (۵) دن ایامِ تشریق کہلاتے ہیں۔ ان ایام میں باجماعت ادا کی جانے والی ہر فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ایک مرتبہ تکبیرِ تشریق یعنی: ''اَللّٰہُ اَکْبَر، اَللّٰہُ اَکْبَر، لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَر، اَللّٰہُ اَکْبَر، وَلِلّٰہِ الْحَمْد'' کہنا واجب ہے۔ البتہ عورتیں یہ تکبیر آہستہ آواز سے پڑھیں۔

نو(۹) ذی الحجہ نمازِ فجر سے لے کر تیرہ(۱۳) ذی الحجہ کی نمازِ عصر تک ہر فرض نماز کے بعد یہ تکبیرات کہی جائیں گی۔ یہ کل تیئس نمازیں ہوئیں۔ نماز کے فوراً بعد یہ تکبیرات کہنا چاہیے۔

اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ فوراً تکبیر کہہ دیں۔ یہ انتظار نہ کریں کہ جب امام کہے تب کہیں۔ نمازِ عید الاضحیٰ کے لیے گھر سے نکلیں تو راستے میں بلند آواز سے تکبیرِ تشریق کہنی چاہیے۔ نمازِ عید الاضحیٰ کے بعد بھی تکبیر کہنا بعض ائمہ کے نزدیک واجب ہے۔

طریقۂ نمازِ عید الاضحیٰ

سب سے پہلے یہ نیت کرے کہ ''دو(۲) رکعت واجب نمازِ عید الاضحیٰ چھ واجب تکبیروں کے ساتھ ادا کرنے کا ارادہ کرتا ہوں۔''

پہلی رکعت اس طرح ادا کی جائے گی: تکبیرِ تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لے۔ امام ومقتدی سبحانک اللّٰھمّ آخر تک پڑھیں۔ اس کے بعد امام تین مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور ہاتھ چھوڑ دے، آخری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لے۔ مقتدی بھی اس کی اقتدا کریں۔ اس طرح تین تکبیرات ادا کی جائیں گی۔ ہر دو(۲) تکبیروں کے درمیان اتنا وقفہ ضروری ہے کہ تین (۳) مرتبہ سبحان اللہ کہہ لے اس کے بعد دیگر نمازوں کی طرح قرأت فاتحہ وسورت اور رکوع وسجود کیے جائیں۔

دوسری رکعت میں امام پہلے قرأت کرے گا اس کے بعد پہلی رکعت کی طرح تین (۳) تکبیرات زائدہ ادا کی جائیں اور ہر دفعہ کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیے جائیں، آخری تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑے ہوئے رکوع کی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائیں اور سجود کے بعد حسبِ معمول تشہد پڑھ کر نماز مکمل کریں۔

مسئلہ: اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملی ہو اور سب لوگ پڑھ چکے ہوں تو وہ شخص تنہا نمازِ عید نہیں پڑھ سکتا۔ اس لیے کہ نمازِ عید میں جماعت شرط ہے۔

مسئلہ: اسی طرح اگر کوئی شخص نمازِ عید میں شریک ہو اور کسی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہوگئی ہو تو وہ بھی اس کی قضا نہیں پڑھ سکتا، نہ اس پر قضا واجب ہے۔ البتہ اگر فاسد ہونے والی نماز میں کچھ اور لوگ بھی شریک ہیں تو پھر پڑھنا واجب ہے۔

خطبہ عید الاضحیٰ کے احکام: نمازِ عید الاضحیٰ کے بعد امام دو(۲) خطبے پڑھے گا۔ خطبہ پڑھنا سنت ہے اور خطبہ سننا واجب ہے۔ یعنی اس وقت آپس میں بولنا، چلنا، پھرنا، اور نماز پڑھنا وغیرہ سب ناجائز ہے۔

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر (چشتیاں)
حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن (نوشہرہ)
حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالقادر دین پوری (بہاولنگر)
حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد (ڈیرہ اسماعیل خان)
حضرت سید مطلوب علی زیدی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (سعودی عرب)
حضرت مولانا محمد اشرف اثر (حیدرآباد)
حضرت ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی (سکھر)
حضرت حاجی محمد بلال بلوچ (قاضی احمد)
محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ (سرگودھا)
محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی (کراچی)
حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی (شکارپور)
حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر تاج افسر (اسلام آباد)
حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز (جھنگ)
حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)
حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ (کوئٹہ)
محترم سید خالد ریاض بخاری (سعودی عرب)
محترم قاری محمد ایاز جدون (مانسہرہ)

پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو ارسال کر دیا جاتا ہے۔
ممبرشپ کی رقومات کی ترسیل بنام
''رحیمیہ لاہور'' میزان بینک قرطبہ چوک برانچ لاہور
اکاؤنٹ نمبر: 0219-0100328009 پر کریں!

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع وناشر نے
اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس
33/A کوئینز روڈ، لاہور سے جاری کیا۔